ہر قسم کی کتابیں ملنے کا پتہ :- جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

مجموعہ کلام جوہر

جدید و قدیم

مرتبہ

جناب محمد نعیم خان صاحب تاجر کتب امین آباد لکھنؤ

پبلشر

جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

صرف ٹائٹل

ہندوستانی پریس لکھنؤ

بار اول

ظرافت

یہ کتاب ذخیرۂ مجائبات ہے ہر فقرہ اسکا مطلب خیز اور ہر جملہ اسکا معنی انگیز عبارت اسکی سلیس اور مضمون اسکا نفیس ہے۔ کتاب کیا ہے گویا تمام فرحت کا سامان ہے۔ سر بسر عشرت اور دلبستگی کا سامان ہے۔ لطیفہ سنجی میں نایاب بذلہ گوئی میں کمیاب۔ اور پھر یہ کہ کسی خاص مذاق کی رعایت نہیں بلکہ تمام اہل دنیا کے مذاق کے مطابق ہے تاکہ ہر شخص اس سے فائدہ اُٹھا سکے اور ہر ایک [illegible] استفادہ حاصل کرے چنانچہ صوفیوں کے لطیفے عالموں کے مقولے استاد شاگردوں کے سوال و جواب اس حسن و خوبی کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں کہ باید و شاید خاص کر چند [illegible] ہیں ورنہ یہ چند شوار دیکھنے کو نصیب نہوگا۔ ایک کتاب ضرور ہی منگوائیے۔ اصلی قیمت ایک روپیہ رعایتی قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

محبوبۂ جرمن

اے عشق کی [illegible] کے تاکنے والے صدمے برداشت کرنے والے امید وصال و تمنا کے دیدار میں جاں [illegible] کے سامنے والے جان نثار و آپ [illegible] حالات [illegible] [illegible] محبوبۂ جرمن [illegible] کی آبداری قیامت کے [illegible] ہوئے ہیں۔ اسکا [illegible] دیتا ہے۔ اور ہر ہر فقرہ سحر حلال ایک [illegible] اہل یورپ جادو [illegible] سے تشبیہ دیتے ہیں [illegible] ممکن نہیں کہ کوئی شخص دیکھے اور دل تھام لے۔ قیمت بھی کم ہے یعنی اصلی قیمت عہ رعایتی قیمت صرف آٹھ آنہ ۸؍

نایاب کتابیں نظم

بزم سخن	۴؍	ترانۂ شوق	۴؍	کلام حسرت موہانی	۴؍
داغ سخن	۳؍	فیضی شاعری	۳؍	آفتاب سخن	۳؍
کلام نیرنگ	۳؍	بزم کوثر	۳؍	لطف سخن	۳؍
خوش گلو	۳؍	بزم اکبر الہ آبادی	۳؍	عاشقانہ خطوط	۳؍
شیدا معشوق	۲؍	حسینوں کی محفل	۳؍	نازک گلو	۴؍

...زندگی میں ... اور ہماری تحریکیں اُستادانہ ہو...
...یہی حقیقت نظر آتی ہے کہ تحمل بشری ہے اور ...
...کوئی اور ہستی ہے، جس کی چالیں بڑی ہی شاطرانہ ... جس کی اُستا...
...تدبیری کے سامنے ہمارے بڑے بڑے عقلا دنگ ...
...مدبرین حیران، اور بڑے سے بڑے اُستادان کار کو قدم قدم پر اپنی ...
...کا اعتراف اور اپنی درماندگی اور بے بسی کا احساس کرنے ...
ومکروا ومکراللہ واللہ خیرالماکرین بنتا ہے۔

یہ اسی "لطیف" و "خبیر" صناع کی صنعت گری تھی جس نے ...
...صدی عیسوی کی روشن خیال، علم پرور، وشائستگی نواز دنیا کو ...
...صحابۂ کرامؓ کے صدق عمل، خلوص قلب، و پختگی ایمان کا زندہ نمونہ ...
...اور اس غرض کے لیے انتخاب ایسے شخص کا کیا، جس کی ولادت ...
...زمین پر ہوئی، جس کی رضاعت دایۂ نیچریت نے کی، اور جس کی ...
...طرح گذری، کہ ہر ہر سانس فرنگیت کی فضا میں آتی اور جاتی تھی ...
...سال پیشتر کس انسانی دماغ کو یہ اندازہ ہو سکتا تھا، کون عقل بشری ...
...پیش بینی کر سکتی تھی، کہ علیگڈھ کالج کی روشن خیالی، فرنگی ...
...ماتھے پر بالآخر بیعت کرے گی۔ انگریزی زبان کا ...
...اوقات کو حفظ قرآن کے لیے وقف کرے گا، ...
...شاہ کونین کے عشق میں بلالؓ و اویسؓ کے جوش جنون کی یاد تازہ کرے گا ...
...و مارلی گلیڈسٹن و بریڈلا کے مدرسۂ تحقیق کے فاضل کو قصائد ...
...مہذب صدائیں رقص و وجد میں لائیں گی۔ آکسفرڈ کا ...
...عالم ... کی غلامی پر فخر کرنے لگا، نعلین ... ہمارے ...

جاتا تھا کبھی بھی سپاہی، میلی کچیلی کملی شوق سے اوڑھے گا، مخمل کے گدّے اور
زربفت سنہری پر لیٹنے والا، کھردری زمین کے مرطوب فرش پر لیٹ کے
جاڑے میں بھی خوشی کاٹ دے گا، اور صوبے کے گورنروں پارلیمنٹ کے ممبروں
اور امرا، ہند و انگلستان کا وہ عزیز دوست، جس کا ایک دن بھی بغیر
سیر تفریح، ضیافتوں اور پارٹیوں کے بمشکل گذرتا تھا وہ ایک دو وقت
فقیر کے مانند وہ غذا کھائے گا اور کھاکر رزاق مطلق کا شکر ادا کرے گا
جس کی جانب انسان تو الگ رہے، ان "حکام والا مقام" و "امرا نامدار"
کے کتے بھی شاید رغبت نہ کرتے!

انسانی عقل و فہم کو یہ قلب ماہیئت یہ تغیر حال، بیشک عجیب معلوم ہوتا
ہے لیکن کیا اس ذات کے لیے یہ کچھ بھی عجیب ہے، جو ہر لحظہ و ہر ساعت
موت کو زندگی، پستی کو بلندی، جمود کو حرکت، ضعف کو قوت، مرض کو صحت
ضلالت کو ہدایت، تشنگی کو آسودگی، خندۂ غفلت کو گریۂ عبرت، واہ کو آہ
ساز کو سوز، اضطراب کو تسکین میں تبدیل کرتی رہتی ہے۔

جوہر کی شاعری ان کے قلب کی زبان، ان کے جذبات کی ترجمان
ان کے واردات کا بیان ہے۔ آورد، تصنع و تکلف کا ان کے یہاں
گذر نہیں۔ ان کے قلب پر جو کچھ گذرتی رہتی ہے، وہ بلاتکلف زبان قلم
پر آجاتی ہے۔ اپنی سیر باطنی میں وہ جن جن مقامات و منازل سے
گذرتے رہتے ہیں۔ الفاظ موزوں میں انھیں کا عکس ان کی زبان سے نکلتا
رہتا ہے۔ تاثیر اس طرز سخن کا لازمی نتیجہ ہے۔ اور یہ وصف ان کے
کلام میں بدرجۂ اتم موجود ہے۔ اہل ذوق کو ان کا ایک ایک شعر تاثیر میں

...بیٹا لطف آتا ہے۔ حکیم شیراز نے صدیوں پیشتر کہا تھا کہ "آنچہ از دل
خیزد بر دل ریزد" یہ قول جوہر کے کلام پر حرف بحرف صادق آتا ہے
ان کی ہر آواز دل سے نکلتی ہے اور اسی لیے دل ہی پر جا کر بیٹھتی ہے
ان کی شاعری گل و بلبل، زلف و کاکل، خط و عارض سے یکسر تہی مایہ
ہے۔ ان کا کلام ایک سچے مسلم کا کلام ہے۔ ان کے جذبات تمام تر وہی ہیں
جو ایک مومن صادق کے ہونے چاہئیں۔ بے شبہ ان کی شاعری بھی
چاشنی عشق سے بیگانہ نہیں بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق کی کسک ان کے
ایک ایک مصرعہ میں موجود ہے۔ البتہ ان کا معشوق نہ ایران کا سبزخط
ہے، نہ ہندوستان کا بت سیمیں بدن۔ نہ اس کی کمر معدوم ہے نہ اس کا
دہن غائب۔ نہ اس کے ہاتھ میں خنجر شمشیر اور نہ وہ بریلی کے سرمہ مستی کا
قدرداں ہے۔ ان کا معشوق ان تمام مزخرفات سے ارفع و منزہ ہے۔
ان کا معشوق مردہ نہیں، زندہ ہے۔ فانی نہیں باقی ہے۔ سفاک و ستمگر
نہیں رحمٰن و رحیم ہے۔ ان کا محبوب وہ ہے، جو ہر مسلم بلکہ ہر سلیم الفطرت
انسان کا ہوتا ہے۔

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ ۔ (بقرہ - ع - ۲۰)

(اہل ایمان تو معشوق حقیقی پر دل و جان سے فریفتہ رہتے ہیں)

ان عاشقوں کا ایک پیشوا سات سو سال ادھر یہ تعلیم دے گیا ہے ؎

...شوق است و عاشق پردۂ — زندہ معشوق است و عاشق مردۂ
...ئے کز پے رنگے بود — عشق نبود عاقبت ننگے بود
...شق مردگان پائندہ نیست — چونکہ مردہ سوئے ما آئندہ نیست
...ندہ در روان و در بصر — ہر دمے باشد ز غنچہ تازہ تر

عشق آن زندہ گزین کو باقی ست — وز شراب جانفزایت ساقی ست

عشق آن بگزین کہ جملہ انبیا — یافتند از عشق او کار و کیا

عشق بمردہ نباشد پایدار — عشق را با حی و با قیوم دار

اس عشق کا دوسرا نام ایمان کامل ہے، اور جوہر کا کلام انھین جذبات ایمانی کا مرقع ہے۔ کہین وہ اپنے محبوب کے حسن و جمال کا بیان کرتے ہین کہین لذت عشق کی کیفیت کو الفاظ سے ادا کرنا چاہتے ہین، اور کہین راہ کی دشواریون اور سختیون کی داستان مزے لے لیکر سنانے لگتے ہین۔

ان کی پہلی نظر بندی (سنہ ۱۹۱۵ تا سنہ ۱۹۱۹) ان کے حق مین اکسیر ثابت ہوئی۔ اوہام کا زنگ دور ہو گیا، حجابات اٹھنے لگے، اور نظارۂ جمال کس قدر بے پردہ ہونے لگا۔ ذیل کے صاف اور سادہ اشعار مین ذرا دیکھنا کس مزے سے اپنی آپ بیتی سناتے ہین۔

تھے غضب ہون مدتون سے دیکھیے — کب [illegible] کھلے

رات بھر تک نہ چھوڑی تب کہین — راز ہائے [illegible]

رونمائی کے لیے لایا ہون جان — اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

یہ نظر بندی تو نکلی رد سحر — دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے

اب کہین ٹوٹا ہے باطل کا طلسم — حق کے عقدے اب کہین ہم پر کھلے

اب ہوا ہے ماسوا کا پردہ فاش — معرفت کے اب کہین دفتر کھلے

قیض سے چھوٹے ہے اے قید فرنگ — بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر — مر کے جوہر آپ کے جوہر کھلے

(آخری شعر مین زندگی سے مراد مادیت و عقلیت کی زندگی ہے [illegible] جوہر کی یہ عقلیت و مادیت کی زندگی فنا ہو چکی۔ اسوقت جا کر جوہر اصلی

[illegible]

عشق کا کمال یہ ہے کہ اپنی شخصیت کو معشوق کی شخصیت میں بالکل فنا
کر دے۔ اپنے مطالب، اپنی ذاتی خواہش و ارادہ کو مٹا کر اپنے تئیں بالکل مطلوب کے
ہاتھ میں دے دے۔ جو کچھ وہ کہے اس کی آنکھوں سے دیکھے، جو کچھ سنے، اس کے
کانوں سے سنے، جو کچھ کہے اس کی زبان سے کہے۔ اس کی راہ کی ہر مصیبت کو
عین راحت سمجھے، اپنی آسائش، عزت، ناموس، بلکہ زندگی تک کو اسکی خوشی
پر قربان کر دے۔ ہمت و استقامت کا سررشتہ ہاتھ سے نہ دے۔ اُس کی
توفیق اور اپنے خلوص نیت پر اعتماد رکھے۔ جو ہر ان تمام مراتب کی تشریح کرتے ہیں
تسلیم و رضا کا شیوہ ایسا ہے، جو ہر تلخ کو شیریں، ہر مصیبت کو راحت،
ہر آگ کو پانی بنا دیتا ہے۔ ؎

میں راضی برضا ہو تو مزا دیکھ — دنیا ہی میں بیٹھے ہوئے جنت کی فضا دیکھ

تمام مدسنہ عاشقوں کی سرگذشت اسی تجربہ کی تائید میں ہے۔ ان کی
مثال سے گرفتار محبت کو ہمت کا سبق لینا چاہیے۔ ؎

ہے سنت ارباب وفا صبر و توکل — چھوٹے نہ کہیں ہاتھ سے دامان رضا دیکھ

دنیا کے سب سے بڑے عاشق کامل کی نظیر سب سے زیادہ سبق آموز
افزا ہے۔ ؎

غربت میں اکیلا تو نہیں تو — بطحا کے مہاجر کا تو نقش کف پا دیکھ

اگر اُدھر سے توفیق شامل حال ہو جائے، تو ایک مشت پر میں خدائی کی
پیدا ہو سکتی ہے۔ انسان کا اپنی کمزوری کا عذر پیش کرنا، ضعف ایمان
کی دلیل ہے۔ ؎

سے ہرگز نہیں کمزور — بیچارگی پر اپنی نہ جا شان خدا دیکھ

اس طرزِ زندگی میں جو لطف ہے، اُسے کچھ وہی خوب جانتے ہیں جن کی بسر
گذر رہی ہے۔ ۵

اس طرح کے جینے میں بھی مرنے کا مزا ہے   قسمت میں یہی ہے کہ ابھی راہِ قضا دیکھ

مظلوم و جانباز حسینؑ ابن علیؑ کے رنگِ مقبولیت کو دیکھنا اور پھر فرزانہ
اس کا مقابلہ ظالم و خود پرست یزید کی ملعونیت سے بھی کرنا!
خلیل بت شکن و اسمٰعیلؑ ذبیح سے لیکر منصور و سرمد تک ہزارہا عشاق
کی لمبی قطار آ رہی ہے اور مقتل کی دلکشی ہے کہ روز بروز بڑھتی جاتی ہے ۵

اللہ کے بندوں کا بھی ہے رنگ نرالا   اس سادگی پر شوخیِ خونِ شہدا دیکھ

اس دربار میں نذر مقبول صرف خلوصِ نیت و صدقِ عمل کی ہوتی ہے۔
کھوٹے سکوں کا اس دیار میں چلن نہیں۔ ۵

جو شخص طلب لاکھ اگر کچھ نہیں ملتا   ہو صدقِ طلب پھر اثرِ آہِ رسا دیکھ

دشمنانِ ایمان و منکرینِ عشق کو کیا خبر کہ نظر بندی نے کس طرح فاسق کو
عارف کر دیا۔ اور کثیف کو لطیف بنا دیا ہے۔ محبت کے بندہ کو اب اپنے
اللہ کے بندہ ہونے کا احساس ہو گیا ہے۔ اور اس احساسِ عبدیت نے
اس کی جبینِ طلب اور عرشِ اعظم کے درمیان وہ سلسلۂ ربط قائم کر دیا ہے
جس کی دید سے عقل و علم کی آنکھیں محروم ہیں۔ ۵

ہوں لاکھ نظر بند دعا بند نہیں ہے   اللہ کے بندوں کو نہ اس طرح ستا دیکھ

تعزیراتِ حکومت و ضوابطِ استبداد کی عمر کتنی؟ برگزیدوں او باند و پراگندہ
البتہ عاشق کی زندگی دامانِ ابد سے بندھی ہوئی ہے۔ یزید کے جاہ و اقتدار
کی خاکستر تک چشم زدن میں اڑ گئی جبکہ حسینؑ کے خون کی ہر بوند دنیا کو آبحیات
بنا رہی ہے۔ ۵

[illegible] ازل سے … پابند ضابطے … [illegible]

جادۂ حق کو چھوڑ کر راہ ہوس پرستی پر چلنے والوں کا تجربہ ہے کہ اس شجرِ باغ پر بہار کا سایہ بھی نہیں پڑنے پاتا۔ اور یاس و حرمان کے سموم آگین کی لپٹیں دائمی طور پر اس کے نصیب میں رہتی ہیں:۔

سمجھی کہ کہاں دین نہ دنیا کا بھی کچھ بن سکا ۔ اُس کا فریب دیکھ دل تو بھی لگا دیکھ

لهم في الدنيا خزي ولهم في الآخرة عذاب عظيم (بقرہ ع ۱۴)

یہ ایک غزل کے چند اشعار تھے۔ اب ایک اور غزل ملاحظہ ہو بے بصروں کے لیے موت سے بڑھکر کوئی درد انگیز و ہولناک واقعہ تصور میں بھی نہیں آسکتا۔ اس سے بچنے کے لیے ہر ممکن تدبیر اور احتیاط عمل میں لائی جاتی ہے۔ لیکن لذت آشنایان عشق جانتے ہیں کہ راہ حق میں شہادت حیات جاودانی کے مرادف ہے اور اگر شوق لقا ہے تو پہلے آپ کو اس راہ میں فنا کر کے دیکھنا چاہیے

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرِحِينَ بِمَا آتَاهُمُ اللَّهُ مِن فَضْلِهِ (آل عمران ع ۱۷)

جوہر کو اس وعدۂ الٰہی پر اعتماد کامل ہے۔ اور وہ اس تیقن کے ساتھ جو ایمان کامل ہی سے پیدا ہو سکتا ہے، فرماتے ہیں:۔

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے ۔ پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

سرخ رو و سرخ پوش شہید دشت کربلا کا خونچکاں کفن ان کے دامن دل کو کھینچ رہا ہے:۔

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو ۔ خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

شہداء راہ حق کے مرتبہ کا کیا پوچھنا۔ نطق بشری بیان سے عاجز ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ
اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝ یُبَشِّرُهُمْ رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ
مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِیْهَا نَعِیْمٌ مُّقِیْمٌ ۝ خٰلِدِیْنَ فِیْهَآ اَبَدًا اِنَّ اللّٰهَ
عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۝ (توبہ ع ۳)

شہدائے الٰہی کا درجہ تو الگ رہا، ادنیٰ رتبہ یہ ہے کہ میدان جنگ میں قدم رکھتے ہی حوران جنت کا پیام آرزو پہونچنے لگتا ہے۔ ؎

یہ حورِ بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا ۔۔۔ لبیک کہ مقتل کا صلہ میرے لیے ہے

"کامریڈ" کے ایڈیٹر کے لیے دنیوی ترقی کے بہتر سے بہتر مواقع موجود تھے، ہندوستان کا ذکر نہیں، انگلستانی صحافت میں بلند سے بلند کرسی [illegible] اس کے لیے خالی تھی، مناصب سرکاری میں بڑی سے بڑی رفعت [illegible] چشم براہ تھی، عزت، ثروت، اقتدار، وجاہت، کے اصنام کبیرہ [illegible] راستے [illegible] تھا، لیکن اس کشتۂ عشق نے ماسوا کی جانب نظر اٹھانا [illegible] اور [illegible] ایک کا ہو رہا۔

[illegible]

جو کسی شخص کی زندگی [illegible] پر ایک نظر ڈال کر اس امر کی شہادت دے سکتے ہیں کہ ذیل کے اشعار [illegible] لفظ [illegible] نہیں، بلکہ "آپ بیتی" کے چند ابواب ہیں، [illegible] واقعات [illegible] زندگی کے [illegible] جو آپ [illegible] حسبنا اللہ ونعم الوکیل کے [illegible]

ہر ظلم سے ترکی راہ میں سنت دینا ۔ کیا کچھ نہ کسی کا ہوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے ۔ یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

کیا ڈر ہے جو ہو ساری خدائی بھی مخالف ۔ کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

حق گوئی و حق پرستی کا صلہ یوم آخرت کے لیے مخصوص نہیں بلکہ اس نسیہ کے ساتھ کچھ قیمت نقد بھی وصول ہو جاتی ہے۔ صدق مطلق کا وعدہ ہے۔ لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا فِیْ هٰذِهِ الدُّنْیَا حَسَنَةٌ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَیْرٌ (نحل ۴)

البتہ یہ اور بات ہے کہ کبھی کبھی یہ انعام و امتیاز دار و رسن و سلاسل زندان کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہے۔ بہر صورت جوہر کا ذاتی تجربہ تو یہ ہے

انعام کا عقبیٰ کے تو کیا پوچھنا لیکن ۔ دنیا میں اس ایمان کا صلہ میرے لیے ہے

حسن مطلق نے جب مرتبہ اطلاق سے قید و تعین میں آنا چاہا تو اپنا مظہر اتم اس ہستی بشری کو بنایا جسے ہم خاتم رسالت صلعم و سرور کونین کے القاب سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ذات اقدس، ذات باری ہی کی طرح اپنی فیض رسانی و مرجع خلائق ہونے میں ہمہ گیری و جامعیت کی حیثیت رکھتی ہے

۱ه اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِکَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَشْتَهِیْٓ اَنْفُسُکُمْ وَلَکُمْ فِیْهَا مَا تَدَّعُوْنَ (حم سجدہ ۔ ۴)

۲ه الذین یبلغون رسٰلٰت الله ویخشونه ولا یخشون احدا الا الله وکفیٰ بالله حسیبا (احزاب ع ۵)

۳ه فمن یؤمن بربه فلا یخاف بخسا ولا رهقا (جن ع ۱)

وینجی الله الذین اتقوا بمفازتهم لا یمسهم السوء ولا هم یحزنون (زمر ع ۶)

اور کائنات کا ذرہ ذرہ اسی آفتاب سے اخذ نور کرنے پر مجبور ہے۔ وَاِذْ اَخَذَ
اللّٰہُ مِیْثَاقَ النَّبِیّٖنَ لَمَآ اٰتَیْتُکُمْ مِّنْ کِتٰبٍ وَّحِکْمَۃٍ ثُمَّ جَآءَکُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ
لِّمَا مَعَکُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِہٖ وَلَتَنْصُرُنَّہٗ قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰی ذٰلِکُمْ اِصْرِیْ
قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا قَالَ فَاشْهَدُوْا وَاَنَا مَعَکُمْ مِّنَ الشّٰهِدِیْنَ (آل عمران - ۹)

خواجۂ کونین و سلطان ہمہ ۔۔۔ آفتاب جان و ایمان ہمہ
خواجگی ہر دو عالم تا ابد ۔۔۔ کرد وقف احمد مرسل احد

اس کی اطاعت عین اطاعت خدا، اس کی محبت عین محبت حق، اس کا عشق عین عشق الٰہی ہے، بلکہ سچ یہ ہے کہ عشق الٰہی کی دستاویز صحیح ہی نہیں قرار پا سکتی، جب تک اس پر عشق رسول کی مہر ثبت نہ ہو۔

در مقام لی مع اللہ از کمال اتصال
احمد از احد جدا چون شعاع از آفتاب

جوہر کامل کی شخصیت اس فضا میں ہوا، جہاں اس سردار دو عالم صلعم کی حیثیت زیادہ سے زیادہ ایک بہت بڑے مصلح قوم کی تھی، جس طرح کے مصلح ہر زمانہ میں ہر ملک اور قوم میں پیدا ہوتے رہتے ہیں بلکہ الحاد و بد دین جہاں محققین کے نزدیک تو (نعوذ باللہ) اس سے بھی پست تر تھی، ہر صحیح الفطرت سلیم و ذوق ایمانی کا کمال یہ ہے کہ اس فضا سے پوری طرح نشو و نما حاصل کرنے اور اس فضا میں سالہا سال تک سانس لیتے رہنے کے باوجود اس زہر کے اثر سے بالکل محفوظ رہے اور طوفان عقلیت کے شدید جھونکوں کے درمیان بھی ان کے گوشۂ قلب میں محبت رسول کا دیا اپنی نورانیت و جلوہ میں برابر ترقی کرتا رہا، تا آنکہ ایک عالم اس کی ضیا گستری سے منور ہو گیا۔
۱۹۱۶ء میں راقم سطور نے ایک فلسفیانہ رسالہ انگریزی زبان میں

شائع ہوا [illegible] اس پر [illegible] صاحب نے نہایت تفصیلی تبصرہ کیا۔ راقم پر اس وقت تک عقلیت کی لعنت پوری طرح مسلط تھی۔ اُسنے یہ دیکھکر حیرت پر حیرت ہوتی تھی کہ کلام جوہر کی ادبیت کی ایک ایک سطر عشقِ رسول کے رنگ میں ڈوبی ہوئی ہے۔ اسیری اور آزادی، گویائی و خاموشی، زمزمہ سنجی و زبان بندی کے انقلابات اس جوہر کی تربیت کرتے رہے۔ ۱۹۲۲ء میں اس کی آب و تاب اس درجہ کو پہنچ گئی کہ بعض وہ قلوب بھی جو الحاد و عقلیت کے مرکز ظلمات تھے، پرتو نور سے جگمگا اٹھے۔

نعت گو شعراء اردو میں کثرت سے ہو چکے ہیں، اور بعض کو شہرت عام و سند امتیاز بھی دے چکی ہے (مثلاً محسن کاکوروی، آسی غازیپوری) لیکن ان حضرات نے عموماً مناقب کے صرف خارجی پہلوؤں پر قناعت کی ہے اور ان کو بھی کثرتِ تکرار نے کسی قدر بے لطف بنا دیا ہے۔ رخِ انور کی تابانی، گیسوئے اقدس کی سیاہی، ابروئے مبارک کی کجی، وغیرہ گنتی کے بندھے بندھے ہوئے مضامین ہیں کہ انھیں کو الٹ پھیر کر یہ حضرات ہمیشہ باندھتے رہتے ہیں۔ جوہر کی شاعری چونکہ رسمی و تقلیدی نہیں، اس لیے اس نے اس باب میں بھی اپنے لیے ایک نئی راہ کا انتخاب کیا یعنی بجائے خارجیت کے داخلیت کو اپنا موضوع بنایا، اور بجائے آثار و شمائل کی نقاشی کے جذبات و واردات کی ترجمانی کی۔ یوسفؑ کا حسن، لیلیٰ کی محبوبی مسلم، پھر بھی ان کے قصائدِ مدح میں قلبِ انسانی کو وہ لذت تو نہیں حاصل ہو سکتی، جو زلیخا کی بیقراری اور مجنوں کی آہ و زاری کی داستان میں ہے۔ محمد علی کا اصلی موضوع حسن کی رعنائی، جمال کی زیبائی نہیں، بلکہ وہ دل کی

چوٹ، عشق کی تڑپ، جذبات کے سوز کو سامنے لاکر رکھ دیتا ہے اور یہی اُس کے کلام کی تاثیر کا راز ہے۔ آقا لاکھ کریم و فیاض ہو، اُس کے بیان میں وہ درد و اثر کیسے پیدا ہو سکتا ہے جو غلام کی جانب سے محتاجی و درماندگی کے عرضِ حال میں ہوگا۔

اس مجموعہ میں خالص نعتیہ اشعار تعداد میں چند ہی نظر آئیں گے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان چند میں سے ہر بجائے خود ایک دفتر ہے، دفترِ علم بے معنی نہیں، دفترِ عشق با معنیٰ۔

"تو تنہا میرے لیے ہے" "قضا میرے لیے ہے" کی زمین میں مضامین توحید سے لبریز غزل کہنے بیٹھتے ہیں کہ یاد آتا ہے، کہ کعبۂ خلیل کا طواف بغیر آرام گاہ حبیب ﷺ کی آستان بوسی کے مذہب عشق میں معتبر نہیں فوراً قلم کی زبان مدح خوانی میں مشغول ہو جاتی ہے۔ ؎

اے شافعِ محشر جو کرے تو شفاعت　　پھر کون ہاں تیرے سوا میرے لیے ہے
کیوں ایسے ہی پر فدا ہوں جو فرمائے　　اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لیے ہے

حضرت آسی غازی پوریؒ کا ایک پر کیف مطلع ہے ؎

صبا تو جا کے یہ کہیو مرے سلام کے بعد
تمہارے نام کی رٹ ہے خدا کے نام کے بعد

جو ہر بھی اسی لے میں کچھ الاپتے ہیں ؎

تمہارے فضل کے ہو کے یقین کہتے ہیں　　کہ عید آئیگی بیشک مہ صیام کے بعد
زمیں سے چھوٹ گئے جبرئیل بھی قیامت تک　　کرو جی قید ہوئی سید الانام کے بعد

کلام جدید میں اشعار ذیل عاشقِ رسول ہی کی زبان سے نکل سکتے ہیں ؎

حدیث مرویست الطالحون لی، حشر میں بدکاروں کا ساتھ میں دونگا

الٰہی شکر ترا پھر مہِ صیام آیا — مہِ صیام نہیں عید کا پیام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی نُزُل کے لیے — حرا میں عرش سے اقرار کا جب پیام آیا
جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا — تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
میں اس نبی پہ بھیجوں درود و سلام کس منھ سے — کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
نبی سے ملتے ہی اسلام کی سپر تھا وہی — جو ان کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

سارے مجموعہ کی جان وہ غزل ہے، جو بیجاپور جیل میں اسی سال موزون ہوئی ہے۔ ان اشعار کو پڑھنا، اور ذرا فیصلہ کرنا کہ شاعر الفاظ کو مرتب کر رہا ہے، یا عاشق پارہ ہائے جگر کو خوانِ عشق میں لگا رہا ہے۔ یہ جذبات بیسویں صدی عیسوی کے ایک نیچری کے ہو سکتے ہیں، یا خیر القرون کے ابرار و اخیار کے؟ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں — اب ہونے لگیں اُن سے خلوت میں ملاقاتیں
ہر آن تسلی ہے ہر لحظہ تشفی ہے — ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے ہیں وعدے — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں جو دروں کی کچھ ہم نے بھی سوغاتیں

قابلِ رشک ہے وہ صفائے قلب جس پر ان تجلیات کا ظہور ہو، مستحقِ تبریک ہے وہ سینہ جو اس بارِ امانت کا متحمل ہو، اور لائقِ صد تکریم و احترام ہے، وہ ذوقِ ایمان، وہ عشقِ خدا، اور وہ عشقِ رسول جو خاک کو پاک، ذرہ کو آفتاب، اور فاسق کو ولی بنا دے۔

جوہر کے جوہرِ معنوی پر ایک سرسری نظر ہو چکی، لیکن شاعری کا تعلق محض

قلب ہی سے نہیں زبان سے بھی ہے۔ اور محمد علی تو یقیناً صاحب دل ہونے کے ساتھ صاحب زبان بھی ہیں۔ ان کا مخصوص پیام دعوت ایمان ہے لیکن اس پیام کو جس شوخی و شستگی کے ساتھ وہ ادا کرتے ہیں وہ سوچنے کی خود ایک چیز ہے۔ عام عاشقانہ مضامین کو جس قدرت فن کے ساتھ وہ ادا کر جاتے ہیں۔ اس پر ادبیت ناز کرتی ہے۔ اور خوش بیانی اس سے مزہ لیتی ہے۔

شوخی بیان، لطف زبان، حسن ادا، رنگین خیالی، اور عاشقانہ مضمون آفرینی کا اگر نمونہ دیکھنا ہے تو اشعار ذیل پر ایک نظر کرتے چلیں ؎

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی ۔ اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی
[illegible] کعبہ کو بھی شامل کر لو ۔ سیر کے واسطے تھوڑی سی فضا اور سہی
ہم [illegible] کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت ۔ شمع محفل جو وہ کافر نہ رہا اور سہی

جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو ۔ باقی ہے موت ہی دل بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے ۔ میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
اک شہر آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل ۔ ہل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد
لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں ۔ آتا ہے لطف جرم تمنا سزا کے بعد

ہے رشک کیوں یہ ہم کو سزاوار دیکھ کر ۔ دیتے ہیں بادہ ظرف قدح خوار دیکھ کر
اس شان امتیاز کو دیکھو کہ اہل کفر ۔ مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھ کر
تیر نگہ نے کر دیا دونوں کا فیصلہ ۔ باہم دل و جگر کی یہ تکرار دیکھ کر
ہر سینہ آج ہے ترے پیکاں کا منتظر ۔ ہوا انتخاب اُسے نگہ یار دیکھ کر

ہے رقص کیوں یہ ہم کو سر دار دیکھ کر | وہ بے ہیں بادۂ طرب تیغ آبدار دیکھ کر
اس شانِ امتیاز کو دیکھو کہ اہلِ کفر | مومن سمجھ رہے ہیں ہمیں خوار دیکھ کر
جھگڑا چکا دیا دونون کا فیصلہ | یا رحم دل و جگر کی بے تکلیف دیکھ کر
سینہ آج سے ترے پیکان کا منتظر | ہوا انتخاب ہائے نگہ یار دیکھ کر

وطن نہ آئے ہیں کیوں وطن سے دور | جاتی نہیں ہے بوئے چمن کیا چمن سے دور
آسان نہ تھا تقرب شیرین تو کیا ہوا | تیشہ کو کوئی رکھ نہ سکا کوہکن سے دور
ہے بعد کربلا سے بھی قرب یزید بھی | اور چاہتے یہ ہیں کہ نہ ہوں پنجتن سے دور
ہیں بے تکلف شوق پہ مرعوب حسن بھی | یہ طالع عجیب ہے اک بار وطن سے دور

مولانا محمد علی کی شاعری کی ابتدا کیونکر ہوئی؟ کس سے تلمذ ہے؟ درمیانی مدارج ارتقاء کیا کیا طے ہوتے رہے؟ وہ خود اپنی شاعری کی بابت کیا رائے رکھتے ہیں؟ خوش قسمتی سے ان تمام سوالات کا جواب خود موصوف کے قلم سے اُن کے اُس عنایت نامہ میں موجود ہے جو ۱۶ اگست ۱۹۱۶ء کو چھندواڑہ سے راقم سطور کے نام لکھا تھا، اور جس کے ساتھ اپنی متعدد غزلیں بھی عنایت کی تھیں۔ ذیل میں ان کے مکتوب گرامی کے اس جزو کو تمام و کمال نقل کیا جاتا ہے جو ناظرین کے لیے یقیناً خاص دلچسپی کا باعث ہوگا۔

"آپ میری شاعری کا کیا پوچھتے ہیں۔ بچپن میں تو بہت سے بھائی ایسے بہم ہو گئے تھے کہ میں آج زلف و ابرو کی تعریف میں لکھا جسے شعر کہا جاتا کر نام لیا میں اُس زمانہ میں پیدا ہوا تھا جب گھر گھر مشاعرہ

ہوتا تھا، داغ، امیر، تسلیم، جلال، عروج، دہلی اور لکھنؤ کے آسمانوں کے
ٹوٹے ہوئے ستارے سب رام پور کے آسمان سے نور افشانی کر رہے تھے
خود میرے خاندان میں بھی شعر گوئی کا ذوق ہوا تین چار عزیز استاد داغ
کے شاگرد ہوئے جن میں ایک میرے حقیقی بھائی ذوالفقار علی خانصاحب
گوہر اور میرے چچازاد بھائی اور خسر عظمت علی خانصاحب اور ان کے بھائی
حافظ احمد علی صاحب شوق شامل تھے۔ گھر پر بارہا مشاعرہ ہوا پھر داغ
کو نواب کلب علیخان صاحب مرحوم نے جن کی نظر ہمیشہ کفایت شعاری
پر رہتی تھی، ازراہ پرورش سرکاری اصطبل کا داروغہ بھی کر دیا تھا، تا کہ
وظیفہ محض کاہلی بیکاران کی نذر نہو، یہ میرے مکان کے عقب میں تھا،
اس لیے دو ٹران کی زیارت یوں ہی ہو جاتی تھی، اور اب اس بذلہ سنج کے
شعر کا لطف اٹھاتا ہوں، جس نے داغ کے اس تقرر پر کہا تھا (ممکن ہے
کہ اس سے تاریخ بھی نکلتی ہو) کہ

"آیا دہلی سے ایک مشکی خر" "آتے ہی اصطبل میں داغ ہوا"

داغ کی غزل یاد کیجیے ؎

(آج رخصت جہان سے داغ ہوا خانۂ عشق بے چراغ ہوا)

اس پر مستزاد یہ کہ ذوالفقار روزانہ داغ کے گھر جاتے تھے جو ہمارے
مکان سے دور نہ تھا، اور مجھے بھی لیجاتے تھے۔

داغ نے پہلے دن پوچھا کہ کچھ کچھ شعر بھی یاد ہیں، میری عمر بہت ہی کم تھی
بھائی نے کچھ شعر یاد کرا دیے تھے جنھیں میں نہایت زور اور شان سے
پڑھا کرتا تھا، میں نے داغ ہی کے چند شعر انھیں سنا دیے سنکر
بہت ہنسے اور اس کے بعد ہمیشہ اصرار رہا، کہ اس بچے کو ضرور لایا کرو۔

جناب والا اس کے بعد اگر مین یہ دعویٰ کرون کہ شعر و سخن کے گود مین
پلا ہون۔ تو بیجا نہ ہوگا۔ مگر میرا دعویٰ تو اس سے بھی بڑھ چڑھ کر ہے، سنئیے
یعنی نہ صرف شعر و سخن کی گود مین پلا ہون، بلکہ اُس کی توند پر کودا ہون
اُسے ہاتھی بنا کر پیٹھ پر سوار رہا ہون۔ غرض کوئی بے ادبی یا گستاخی باقی
نہین رہی ہے جو مین نے شعر و سخن کی شان مین نہ کی ہو۔
میری پیدائش ۱۸۷۸ء کے اواخر کی ہے۔ مین نے دس برس ہی کی
عمر مین بہت سے لغو و فضول شعر مگر با معنی اور موزون کہے تھے اور اچھا
ہوا کہ اب کسی کو یاد نہین ورنہ جب میرے
(یعنی گورنمنٹ کی طرف سے نہین بلکہ بقول آپ کے میری "امت کی
طرف سے) لکھنے کا وقت آتا۔ تو میرے سیرۃ نگار کو سخت مشکل کا سامنا
ہوتا کہ اس لچر پوچ کو ردی دان بلکہ آتشدان کے نذر کیا جائے یا سیرۃ
پیشوائے قوم و ملک مین جگہ دی جائے، ہمدرد کے سنسر نے (جن کا چند ماہ
کے بعد ہی انتقال یکایک ہوگیا) تو ہمدرد مین سے ایک بار چڑیا چرونٹے
کی کہانی کو بھی (جو محض امتحاناً درج کی گئی تھی) خارج کر دیا تھا اور اعتراض
کیا گیا تو کہا کہ بھائی ہے تو چڑیا چرونٹے ہی کی کہانی اور مطلب بھی صاف
معلوم ہوتا ہے، مگر ہمدرد والون سے ڈر ہی لگتا ہے۔ اور روٹی کا معاملہ ہے
نہ معلوم اس مین بھی کچھ زہر بھر دیا ہو، اور جوابدہی ہمارے سر آپڑے۔ آپ
نفسیات کے ماہر ہین، کیا ممکن نہین کہ میرا بوجھے والا سیرۃ نگار باوجود
نقاد سخن ہونے کے محض بطل پرستی کے باعث یہ خیال کرنے لگتا کہ نہ معلوم
کیا کیا اسرار اس بظاہر لچر پوچ مین پوشیدہ ہین۔ اور آنے والی نسلین
ممکن ہے۔ کہ اس سے بھی زیادہ روشن ضمیر ہون اور اُن اسرار سے واقف

ہو کر دنیا کو نئے نئے معلومات اور عجیب عجیب انکشافات سے مالامال کر
یا اس لیے بہتر ہے کہ انھیں داخل ہی کر دو۔ اور اسی طرح ہمیشہ کے لیے
میری پوچ گوئی باقی رہتی اور قیامت کے دن استاد داغ میرا دامن پکڑتے
کہ خود بھی بدنام ہوئے اور ہمیں بھی بدنام کیا۔ خیر اب سنیئے کہ گیارہ برس
کی عمر میں میں علیگڑھ گیا۔ ایک بڑے بھائی نے میری موزوں گوئی کا ذکر
مولانا شبلی مرحوم سے کیا۔ دوسرے نے میرے حافظہ کی تعریف کی کہ
المامون سر پر رکھا تھا۔ اٹھا کر پڑھنے لگا۔ اور ایک دن میں نے امین
کے قتل پر جو مرثیہ ہے۔ اس کا ایک شعر عربی کا پڑھا۔ تو اس کا مجھے ترجمہ
بتانا تھا حالانکہ عربی سے بالکل ناواقف ہے۔ مولانا کو یقین نہ آیا اور امتحان
[illegible] ہو گئے پہلے مامون کی اولاد کی فہرست مانگی۔ پھر اس کی
تفصیل پوچھی جب اس میں پاس ہو گئے تو ایک مصرعہ طرح اسی وقت دیا
کہ اس پر شعر لکھو۔ جیسے [illegible] اسی وقت تیار ہو گئی۔ میرا خیال ہے
کہ مولانا مرحوم پر کچھ رنگ بیٹھ گیا تھا وہ اسی بحر [illegible] کا تھا۔ میں اسکول ہی
میں تھا۔ کہ ایک نظم انعامی میں نے بھی لکھی۔ اور مولانا حکم [illegible] انعام
تو ایک کہنہ مشق بزرگ کو ملا۔ مگر ہمارے بچہ گوئی کا بھی [illegible] شہرہ ہوا اگر
ایسا ہوا کہ ذوالفقار بھائی نے کوئی نظم لکھ دی اور ہم نے اپنی طرف سے
پڑھ دی۔ مگر جب عمر ذرا زیادہ ہوئی تو امتحانوں نے فرصت نہ دی۔ کالج
میں البتہ آخری سال سجاد حیدر کی صحبت میں شعر و سخن کا چرچا رہا۔ پہلے بھی
جب ہم لوگ انٹرنس میں تھے تو ایک نظم تین شعرائے باکمال نے حاجی
اسمٰعیل خان صاحب (ترجیت الدجاج دیو نین جیک والے) کی دعوت
کے شکریہ میں تیار کی تھی۔ ان میں سے ایک یہ خاکسار تھا۔ ایک سجاد حیدر تھا

اور ایک سید توزیر حسن صاحب آنریبل و آزمودہ کار سکریٹری مسلم لیگ کے برادرِ اصغر" خیر ایک سال آخری کالج مین خوب گذر گیا۔ اور وہ مشاعرہ جسے بعد کو شہرت نے رونق بخشی ہم لوگون ہی کا ایجاد کردہ تھا۔ چودھوین کو ہوا کرتا تھا۔ اور شمع پیش نہ کی جاتی تھی۔ کرکٹ کا لان جائے مشاعرہ تھا۔ ایک بار چودھوین کو بارش ہوگئی تو تین چار دن مطلع صاف ہونے کی راہ دیکھکر ڈو انگ ہال مین کیا گیا۔ اس وقت مین مَین نے اپنی ایک غیر طرح مین اس شعر کا بھی اضافہ کر دیا ؎

فرشِ زمردین نہین وہ چاندنی نہین
لطفِ مشاعرہ تو گیا چودھوین کے ساتھ

علیگڈھ کالج مین شاعری تو کچھ کی مگر وہی فرضی معشوق۔ اگرچہ جاہلیت تھی بھی تو اتنی ہی جتنی ایران کی شاعری کو اور "سبزۂ خط" وغیرہ کو ایک حد تک بامعنی کر دیتی ہے۔ کالج چھوڑا تو ولایت جانا ہوا یہان البتہ شاہدان اصلی کی کمی نہ تھی۔ مگر ذوقِ نظارۂ جمال لاکھ سہی اور گرہ مین مال بھی سہی تاہم طبیعت کا میلان خلاف دستور عام زہد و تورع کی طرف تھا۔ دو برس کے قریب تو ہندوستان کے کچے دھاگے نے باندھے رکھا۔ دو برس کسی اور کے خیال نے۔ مگر یہ آخری خیال بھی باعصمت تھا اور محض حالات گرد و پیش کا تقاضا اس کا محرک تھا۔ جب ان سب تجربون کے بعد کپڑے پھاڑے گھر کو آئے؟ تو تاہل کی زندگی بال بچون کے خیال نے شاعری سے مستغنی نہیں تو غافل ضرور کر دیا گذشتہ چند سالون مین اگر کچھ ترشح شاعری کا ہوا۔ تو وہی قومی مرثیہ مگر زیادہ تر رسمی۔ البتہ پچھلے دو تین برس مین عشق حقیقی رنگ لایا ہے۔ اور تغزل کا زور ہے۔ مگر اپنی تنگ آبی ہے کہ سوائے چار یا پانچ غزلون کے اُس فرصت کے زمانہ مین بھی کچھ نہ لکھ سکا۔ لکھنے کے لیے

دیکھتا ہوں نہ کوشش کرتا ہوں۔ مگر جب طبیعت پر خود ہی کسی بیرونی
کا غلبہ ہوتا ہے۔ تو بغایت مجبوری کہہ لیتا ہوں۔ اور یہی ایک ذریعہ
(علاوہ تلاوت قرآن پاک کے) تسکین قلب کا رہ گیا ہے۔ چونکہ آپ کا
ہے کہ پوری غزلیں لکھ بھیجوں۔ اس لیے یہ لکھے بھیجتا ہوں۔۔۔

کی معشوق سے زیادہ قابل قدر نہیں۔۔۔۔۔

اب رخصت ہوتا ہوں اور تضیع اوقات کی معافی کا خواستگار ہوں

(غزلیں درج ہیں) یہ چند اشعار ہیں۔ ممکن ہے کہ یہ بقول آپ کے میری
...است۔ ان سے کچھ تسکین پائے۔ بہرحال خود مجھے ضرور کچھ نہ کچھ تسکین
ہو جاتی ہے۔ مگر ان کو لٹریچر سے کیا تعلق یہ صرف اپنی دست افشانی
پاکوبی کے لیے ہیں۔

عبدالماجد

دریاباد (بارہ بنکی)

رمضان المبارک ۱۳۴۲ھ

کلام ابتدائی

غزل تصنیف کردہ بزمانہ طالبعلمی در علیگڈھ کالج ۱۸۹۷ء

کیون مے پرست دیکھ کے مدہوش ہو گئے
شیشہ مین مے بھری تھی کہ اللہ کا نور تھا

کس زور کی لڑائی تھی اللہ رے کشمکش
تھی رات پاس اور دلِ ناصبور تھا

کیون تابِ دید حضرت موسیٰ نہ لا سکے
کیا پہلوئے عدو کی طرح کوہ طور تھا

خوش قسمتی کے آگے جھکایا نہ سر کبھی
اس خانمان خراب کو کتنا غرور تھا

مین تیرا گھر سمجھ کے سرِ راہ گر پڑا
دیکھا جو آنکھ اٹھا کے تو دروازہ دور تھا۔

دیگر علی گڈھ کالج ۱۸۹۷ء

مجھے انکار وصلِ غیر پر کیونکر نہ شک گذرے
زبان کچھ اور بولے ہے نین کچھ اور کہتی ہے

ذرا دم لے صبا، پھر سیرِ گل دل کھول کر کرنا
ابھی یہ عندلیب کم سخن کچھ اور کہتی ہے

ارادہ تھا یہ نالون کا ہلا دین ربع مسکون کو
مگر اے ہم نفس، دل کی شکن کچھ اور کہتی ہے

یقین آنے کو تو آجائے تیرے عہد و پیمان کا
تری آنکھ اے بت وعدہ شکن کچھ اور کہتی ہے

قضا کس کو نہین آتی ہے یون تو سبھی مرتے ہین
پر اس مرحوم کی بوئے کفن کچھ اور کہتی ہے

تری خاطر بھی ہے مد نظر پاس عدو بھی ہے
مگر مین کیا کرون دل کی جلن کچھ اور کہتی ہے

حرم مین کر تو دے اظہار ترک میکشی جوہر
مگر کمبخت کی بوئے دہن کچھ اور کہتی ہے

رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء

غیر کا خط ہے کہ دل ہے کسی دلدادی کا
کچھ تو ہے تم نے جو مٹھی مین چھپا رکھا ہے

یہ ستانے کی نکالی ہے انوکھی ترکیب
ظلم کا نام ستمگر نے حیا رکھا ہے

آپ آئے ہین عیادت کو دم نزع عبث
جوہر خستہ مین اب کہیئے کہ کیا رکھا ہے

غزل تصنیف کردہ در قیام رائے بریلی اپریل ۱۸۹۸ء
بعد امتحان بی۔ اے

کیا دل نے نکل کر خود ہی استقبال پیکان کا
تواضع شرط ہے رتبہ یہی کہتا تھا مہمان کا

ارادہ ہے طواف کعبہ کا اس آفت جان کا
خدا حافظ مسلمانوں تمھارے دین و ایمان کا

اسی کے منتظر ہیں ہم بھی جس کی تو ہے اے بلبل
بہار آنے پہ ہوگا فیصلہ وحشت و گریباں کا

نکالا پھر نئے پر دل میں کھٹکا وحشت نے
خدا کی شان ہے رتبہ ہو یہ خار مغیلاں کا

نہیں معلوم آئی تھی حیا کمبخت کو کس سے
کہ حسرت نے مرے داماں دل میں آ کے منہ ڈھانکا

خدا کے آفریں سے تیری آنسو تھم گئے دل کے
مگر پوچھا نہ تو نے حال کچھ بھی چشم گریاں کا

ابھی تک خیر ہے لیکن بہار آنے دے اے بلبل
بلا لائے گا تیرے سر پہ ہر غنچہ گلستاں کا

یہ کیا آ کے ہوئے بیٹھے ہیں بالیں پر عیادت کو
اجل کو فکر ہے تجھ سے زیادہ میرے درماں کا

جنوں باقی ہے اب تک گو تری محفل میں بیٹھا ہے
کہ رہ رہ کر خیال آتا ہے جوہر کو بیاباں کا

خوگر جور پہ تھوڑی سی جفا اور سہی
اس قدر ظلم پہ موقوف ہے کیا اور سہی

خوف غماز، عدالت کا خطر، دار کا ڈر
ہیں جہاں اتنے وہاں خوف خدا اور سہی

عہدِ اوّل کو بھی اچھا ہے جو پورا کر دو
تم وفادار ہو تھوڑی سی وفا اور سہی

جس نے ہنگامہ عدالت کا تری دیکھا ہے
اُس گنہگار کو اک روزِ جزا اور سہی

کشورِ کفر میں کعبہ کو بھی شامل کر لو
سیرِ ظلمات کو تھوڑی سی فضا اور سہی

بندگی میں تری بستے ہی رہیں لوگ کی پلٹین
چند دن کے لیئے دوزخ کی ہوا اور سہی

دین و دل جا ہی چکا جان بھی جاتی ہے تو جائے
ترکشِ کفر میں اک تیرِ قضا اور سہی

ربِّ عزت کیلیئے بھی کوئی رہنے دو خطاب
"تم خداوند ہی کہلاؤ" خدا اور سہی

حکمِ حاکم نہ سہی مرگِ مفاجات سے کم
مالک الملک پہ ایمان کی سزا اور سہی

ہم وفا کیشوں کا ایمان بھی ہے پروانہ صفت
شمعِ محفل جو وہ کافر رہا اور سہی

دورِ حیات آئے گا قاتل قضا کے بعد / ہے ابتدا ہماری تری انتہا کے بعد
جینا وہ کیا کہ دل میں نہ ہو تیری آرزو / باقی ہے موت ہی دلِ بے مدعا کے بعد
تجھ سے مقابلہ کی کسے تاب ہے ولے / میرا لہو بھی خوب ہے تیری حنا کے بعد
اک شہرِ آرزو پہ بھی ہونا پڑا خجل / ہل من مزید کہتی ہے رحمت دعا کے بعد

لذت ہنوز مائدۂ عشق میں نہیں
آتا ہے لطف جرم تمنا کے بعد

قتل حسین اصل میں مرگ یزید ہے
اسلام زندہ ہوتا ہے ہر کربلا کے بعد

غیروں پہ لطف ہم سے الگ حیف ہے اگر
یہ بے حجابیاں بھی ہوں عذر حیا کے بعد

ممکن ہے نالہ جبر سے رُک بھی سکے مگر
ہم پر تو ہے وفا کا تقاضا جفا کے بعد

ہے کس کے بل پہ حضرت جوہر یہ روکشی
ڈھونڈیں گے آپ کس کا سہارا خدا کے بعد

چند روزہ عیش ہے یہ جنت شداد کل
اس طرح ہرگز نہ ہوگا فیصلہ بیداد کا

شور ماتم کے لیے تیار رکھ گوش مراد
ہے شرار حسن یہ ہنگامہ سب برباد کا

پہلے بھی اکثر وہ نکلا مستحق شکر حق
جسکو ہم سمجھے تھے موقع شکوہ و فریاد کا

نور حق وہ شمع انور ہے جو بجھ سکتی نہیں
ہے خدا حافظ چراغ رہ گذار باد کا

عزم عاشق ہے خود اپنی کامیابی کی دلیل
نام بھی لینا نہ ہرگز کوشش برباد کا

ہم تو سمجھے تھے کہ ہونگے اور بھی ظلم و ستم
حوصلہ کچھ بھی نہ نکلا آپ کی بیداد کا

اس پہ کیا موقوف ہے کر اور بھی ظلم و ستم
کچھ بھی باقی ہو جو ظالم حوصلہ بیداد کا

کر دیا قید قفس نے ہمکو آزاد چمن
پاس کافی ہو چکا اب خاطر صیاد کا

حکم کے آگے ترے پہلے بھی اُٹھ سکتا نہ تھا
بار احسان اور سر پہ ہو گیا جلاد کا

دعوت خرگان کی بھی جس میں نہ باقی ہو سکت
ایسے ویرانے کے گھر کیا کام ہے نقاد کا

گیارھویں کو فاتحہ دلوا دیا کرتے ہیں ہم
ہے اثر اتنا ہی یاد حضرت بغداد کا

آج تک ہے ایک کنعانی سے شہرت مصر کی
فیض سے حسرت کے ہوگا نام فیض آباد کا

ہو گئے جو قصر کیسے بندۂ دام فریب
شور سنتے تھے بہت ہم حسرت آزاد کا

ہے رقص کیون یہ کوہ سر دار دیکھکر | پیتے ہین بادہ ظرف قدح خوار دیکھکر
خو کردہ ازل سے تجلی طور کے | جھپکے گی آنکھ کیا تری تلوار دیکھکر
احسان لیتے یون سے نہین بیزار اہل حق | چھالا گیا یہ آبلہ بھی ہے دشوار دیکھکر
ٹوٹے نہ کا یہ رشتۂ تسبیح آج دل | دھوکا نہ کھا تو کہین زنار دیکھکر
اس شان امتیاز کو دیکھو کہ اہل کفر | سوتے ہین تجھ سے ہین ہمین خوار دیکھکر
جنس گران تو تھی نہین کوئی مگر یہان | لائے ہین ہم بھی رونق بازار دیکھکر
تیر نگہ نے کر دیا دونون کا فیصلہ | باہم دل و جگر مین یہ تکرار دیکھکر
یہ کیا کہ سجدہ گاہ ہے ہر سنگ آستان | گھسنا جبین کو خانۂ خمار دیکھکر
کچھ بھی تو ضبط کر یہ تبسم سے پھولنا | بلبل کو فصل گل مین گرفتار دیکھکر
ہے پاسبان اہل نظر اور یہ قتل عام | جور و ستم بھی کر تو ستمگار دیکھکر

ہر سینہ آج ہے ترے پیکان کا منتظر
ہو انتخاب اے جگر یار دیکھکر

یا دوستی سے آئے ہین کیون اہل پیچ دور | جاتی نہین ہے لیکے چمن کیا چمن سے دور
خستہ کی الست کہان اور یہ وعدہ کہان | طرز وفا ہے غیر سے اپنے چلن سے دور
گر لوٹنے گل تھین نہین سہتی یاد گل تو ہے | جینا دلا کو ہو گئے قفس کو چمن سے دور
کچھ غم نہین وہان نہ خنجر کا آن کا بسمل چلا | روح شہید رہتی ہے نعش و کفن سے دور
القوی سے بعد خوف کہان چرخ پیر کہان | عالم ہی الگ جدا ہے وہ رنج و محن سے دور
واعظ کا ارشاد نہ سید لو سے ترک کفر | کچھ بھی نہین ہے ساقی تو بہ شکن سے دور
یا داتین جرم عشق سے کب تک منصور بھلا | مانا کہ تم رہا کئے دار و رسن سے دور
ہے بعد کربلا سے بھی قرب یزید بھی | اور چاہتے ہین یہ کہ ہون پنجتن سے دور

سلہ ہم رنگی اہل وطن کا نشان ہے یہ

[illegible] مجھکو ہوا [illegible] ہے [illegible] / [illegible] سے دور

آسمان پہ تھا تقریب شیرین تو کیا ہوا / [illegible] رکھو [illegible] سے دور

مستلم الفعل ہے دور نہیں روز کربلا / [illegible] سے دور

منقار عندلیب کو صیاد بھی جھکا / [illegible] سے دور

اللہ رے نور چشم محبت کی جستجو / [illegible] وطن سے دور

ہم تک جو دور جام پھر آئے تو کیا عجب / [illegible]

مفتی ہفت خوار کو سب کچھ حلال ہے / [illegible] کیوں ہر [illegible] سے دور

دست دراز کو ترے اے زندیا صفا / [illegible] شیخ زمن سے دور

تاویل پڑھ کے اقربت للکفر ہو گئی / کچھ بھی نہیں ہے شیخ ترے علم و فن سے دور

یاں دیکھے لائے شوق پہ مرغ چمن بھی / [illegible] ایک مرد و زن سے دور

ہم تو ہو بندۂ عشق نہ لکھیں وہ مرتبہ / [illegible] اہل سخن سے دور

ہم نے تعمید تھا کہ بھلا دیا اگرچہ ہم / ایسے ہو گئی کہ مجھے انجمن سے دور

نکلا یہ کہ آج حسرت [illegible]
[illegible]

ہر رنگ میں خدا [illegible] رضا ہو تو مزا دیکھ / [illegible] دیکھ

ہے سنت [illegible] تو کل / [illegible] رضا دیکھ

وحشت رہ غربت میں اکیلا تو نہیں تو / [illegible]

تو طیر ابابیل ہے ہرگز نہیں کمزور / [illegible] دیکھ

اس طرح کے جنبش میں بھی [illegible] کا مزا ہے / [illegible] قضا دیکھ

ہم کہتے نہیں سکتے وہ کریں چارہ گری بھی / [illegible] تماشا دیکھ

اللہ کے بانکوں کا [illegible] ہے رنگ نرالا / [illegible]

یہ نور خدا کا ہے حجابات سے نہ چھپے گا
کچھ وہم ہے اگر تجھ میں نہیں تو آ تو بھی جا دیکھ

سمجھا بھی ہے کچھ تو کہ یہ ہے کس سے عبارت
اللہ کو مان اپنی حقیقت کو ذرا دیکھ

ہون لاکھ نظر بند دعا بند نہیں ہے
اللہ کے بندوں کو نہ اس درجہ ستا دیکھ

ہو جس میں طلب لاکھ مگر کچھ نہیں ملتا
ہو صدق طلب پھر اثر آہ رسا دیکھ

خو تیری ذرہ ذرہ مرا ایمان ہے ازل کا
پابند جفا تو ہے تو میری بھی وفا دیکھ

عقبیٰ کو کہان نہیں دنیا کا بھی کچھ ٹھیک
آتش کا فریب فیض سے دل تو بھی لگا دیکھ

سونے کا نہیں وقت یہ ہشیار ہو غافل
رنگ فلک پیر زمانہ کی ہوا دیکھ

تشنہ لب ہون مدتوں سے دیکھیے
کب در میخانۂ کوثر کھلے

طاقت پرواز ہی جب کھو چکے
پھر ہوا کیا گر ہوئے بھی پر کھلے

چاک کر سینہ کو پہلو چیر ڈال
یون ہی کچھ حال دل مضطر کھلے

رات تلچھٹ تک نہ چھوڑی آپ کہین
راز ہائے بادہ و ساغر کھلے

لو وہ آ پہونچا جنون کا قافلہ
پاؤن زخمی خاک منھ پر سر کھلے

ہون جو کثرت ہی کے قائل ان پہ کیا
راز فتح سبط پیغمبر کھلے

رونمائی کے لیے لایا ہون جان
اب تو شاید چہرۂ انور کھلے

اب تو کشتی کے موافق ہے ہوا
ناخدا کیا دیر ہے لنگر کھلے

یہ نظر بندی تو نکلی رو سحر
دیدہ ہائے ہوش اب جا کر کھلے

اب کہین ٹوٹا ہے باطل کا طلسم
حق کے عقدے اب کہین جا کر کھلے

اب اٹھا ہے ماسوا کا پردہ فاش
معرفت کے اب کہین دفتر کھلے

فیض سے چھوٹے جو ہاتے قید فرنگ
بال و پر نکلے قفس کے در کھلے

جیتے جی تو کچھ نہ دکھلایا مگر
مر کے جوہرؔ آپ کے جوہر کھلے

خاک جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

قلزم عشق میں ہیں نفع و سلامت دونوں
اسمیں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی

قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد
تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہے یہی

اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہے گی امید
وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی

اور کس وضع کی جویاں ہیں عروسان بہشت
ہیں کفن سرخ شہیدوں کا سنورنا ہے یہی

علت ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اسکا تو ابھرنا ہے یہی

تجھ سے کیا صبح تلک ساتھ نبھے گا اے عمر
شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گذرنا ہے یہی

ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست
قلب مومن کا مری جان نکھرنا ہے یہی

نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہرؔ
کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی

تم یوں ہی سمجھنا کہ فنا میرے لیے ہے
پر غیب سے سامان بقا میرے لیے ہے

پیغام ملا تھا جو حسین ابن علی کو
خوش ہوں وہی پیغام قضا میرے لیے ہے

یہ حور بہشتی کی طرف سے ہے بلاوا
لبیک! کہ مقتل کا صلا میرے لیے ہے

کیوں جان نہ دوں غم میں ترے جبکہ ابھی سے
ماتم یہ زمانے میں بپا میرے لیے ہے

میں کھو کے تری راہ میں سب دولت دنیا
سمجھا کہ کچھ اس سے بھی سوا میرے لیے ہے

توحید تو یہ ہے کہ خدا حشر میں کہہ دے
یہ بندہ دو عالم سے خفا میرے لیے ہے

سرخی میں نہیں دست حنا بستہ بھی کچھ کم
پر شوخی خون شہدا میرے لیے ہے

راحل ہوں مسلمان بصد نعرۂ تکبیر — یہ قافلہ یہ بانگ درا میرے لیے ہے

انعام کا مستحق کے تو کیا پوچھنا لیکن — دنیا میں بھی ایمان کا صلا میرے لیے ہے

کیوں ایسے نبی پر نہ فدا ہوں کہ جو فرمائے — اچھے تو سبھی کے ہیں برا میرے لیے ہے

اے شافع محشر جو کرے تو نہ شفاعت — پھر کون وہاں تیرے سوا میرے لیے ہے

اللہ کے رستے ہی میں موت آئے مسیحا — اکسیر یہی ایک دوا میرے لیے ہے

اے چارہ گر چارہ گری کی نہیں حاجت — یہ درد ہی داروئے شفا میرے لیے ہے

کیا غم ہے جو ساری خدائی بھی مخالف — کافی ہے اگر ایک خدا میرے لیے ہے

ہے صحبت اغیار میں اس درجہ جو بیباک — اس شوخ کی سب شرم و حیا میرے لیے ہے

ہے ظلم پہ ستم ... ترا پھر بھی ستمگر — مخصوص یہ انداز جفا میرے لیے ہے

ہیں بات تو فدا ابر سیہ ہی سے کشش

یہ آج کی گفتگو رحمت میرے لیے ہے

سینہ ہمارا فگار دیکھیے کب تک رہے — چشم یہ خونبار دیکھیے کب تک رہے

ہے یہ مانا کہ یاس کفر سے کمتر نہیں — پھر بھی ترا انتظار دیکھیے کب تک رہے

امت احمد کو ہے فضل کی تیرے امید — فضل کی امیدوار دیکھیے کب تک رہے

عشق میں وہ بھی ترا جب طلب ہے بہت — صبر ہمارا شعار دیکھیے کب تک رہے

سب کو یہاں ہے فنا ایک تجھے ہے بقا — یہ ستم روزگار دیکھیے کب تک رہے

حق کی کوئی ایک دن آ ہی رہیگی صدا — گردش میں پنہاں سوار دیکھیے کب تک رہے

یوں تو ہے ہر سو عیاں آمد فصل خزاں — جور و جفا کی بہار دیکھیے کب تک رہے

دین پہ تن یا فدا کرتے رہے مدتوں — کفر پہ ایمان نثار دیکھیے کب تک رہے

مسلمین ... یہ نشان تھا کبھی جنت کو بھی — یوں ہی یہ اجڑا دیار دیکھیے کب تک رہے

پہلے رہا درد دل مونس بجان مدتون — درد جگر اب الی یار دیکھیے کبتک رہے

زور کا پہلے ہی فون نشہ ہرن ہوگیا — زعم سر کا باقی خمار دیکھیے کب تک رہے

ماتم شبیر ہے آمد مہدی تلک
قوم ابھی سوگوار دیکھیے کبتک رہے

یہ جور نرالا یہ جفا اور ہی کچھ ہے — یہ ظلم نہین نام خدا اور ہی کچھ ہے

ہون لائق تعزیر یہ الزام ہے جھوٹا — مجرم تو ہون بیشک پہ خطا اور ہی کچھ ہے

ہو مکر و دغا لاکھ شعار اہل ہوس کا — پر شیوۂ اخوان صفا اور ہی کچھ ہے

سرکش نہین باغی نہین غدار نہین ہم — پر ہم پہ تقاضائے وفا اور ہی کچھ ہے

ہم عاشق دروزہ کے بھی منکر نہین لیکن — ایمائے شہ کرب و بلا اور ہی کچھ ہے

خود خضر کو شبیر کی اس تشنہ لبی سے — معلوم ہوا آب بقا اور ہی کچھ ہے

ہوتے ہی ہین بے مہری احباب کے شکوے — پر قاعدۂ صبر و رضا اور ہی کچھ ہے

تاخیر مین کچھ ہرج نہین یہ تو بتا دو — ہے مد نظر وصل بھی یا اور ہی کچھ ہے

اغیار کو ہو لذت آغاز مبارک — انجام محبت مین مزا اور ہی کچھ ہے

کرنا نہ کبھی ان پہ گمان اہل ہوس کا — عشاق کی نیت بخدا اور ہی کچھ ہے

نے سائل دولت ہین نہ عزت کے طلبگار — اس در کے فقیرون کی صدا اور ہی کچھ ہے

اس شان کرم سے نہ کھانا کہین دھوکا — اللہ کے مجرم کی سزا اور ہی کچھ ہے

یون قید سے چھٹنے کی خوشی کس کو نہ ہوگی — پر تیرے اسیرون کی دعا اور ہی کچھ ہے

یہ صدر نشینی ہو مبارک تجھے جوہر
لیکن صلۂ روز جزا اور ہی کچھ ہے

فصلِ گل کے متمنی تھے ہمیں بھی اے چرخ — کیا ضروری تھا کہ اک مرغ گرفتار بھی ہو
عشقِ مجنون کے لیے ناقۂ لیلیٰ کے سوا — شرط یہ بھی ہے کہ اک وادی پرخار بھی ہو
دست وابستہ ہون سائل ہون یدِ اللّٰہی [illegible] — اسکی حاجت نہین پھر ہاتھ مین تلوار بھی ہو
فتنہ کامون سے ہے خود آج یہ ساقی کو گلہ — ہم تو دین پر کوئی اس مے کا طلبگار بھی ہو
یہ بھی کیا پیرویِ حق ہے کہ خاموش ہین سب — ہان اناالحق بھی ہو منصور بھی ہو دار بھی ہو

جان فروشی کے لیے ہم تو ہین تیار مگر
کوئی اس جنسِ گرانی کا خریدار بھی ہو

وداعِ رمضان

الوداع اے ماہِ رمضان الوداع — بہترین غمگساران الوداع
تجھ مین اترا آخری پیغامِ حق — تو ہی تھا شایانِ قرآن الوداع
ان دنون تھا بحرِ رحمت جوش پر — اے زمانِ عفوِ عصیان الوداع
الفراق اے ہمجلیسِ صائمین — مونسِ شب زندہ داران الوداع
آشکارا تجھ پہ تھا سب رازِ دل — پردہ دارِ دردِ پنہان الوداع
تجھ سے تھین وابستہ امیدین تمام — دافعِ صدیاس و حرمان الوداع
قیدِ تنہائی کی وحشت تجھ سے تھی — اے شریکِ بزمِ زندان الوداع
غنچہ ہائے دل شگفتہ تجھ سے تھے — اے بہارِ باغِ ایمان الوداع
[illegible] کردی تو نے ظلمت قید کی — تجھ سے ہر شب تھا چراغان الوداع
ہوگئے ہین اب رخصت افطار و سحر — میزبانِ نہاکے مہمان الوداع
سونپنا تھا تجھ کو زادِ آخرت — ہو سکا پر کچھ نہ سامان الوداع
کاروانِ خیر و برکت چل دیا — رہ گئے سب دل مین ارمان الوداع

شدت غم سے زبان گرہ بند ہے
تو ہی کہدے چشم گریان الوداع

اللہ نے بڑھائی ہے کیا شان کلکتہ
روح رسولؑ آج ہے مہمان کلکتہ

یثرب کی خاک پاک کے ہر ذرہ کے لیے
سو جان سے فدا ہین غلامان کلکتہ

ہر سو ہین لاشہائے شہیدان سرخ پوش
ہے آج گل بہار یہ ایمان کلکتہ

تھا چونکہ خار براہ سے بخوف اسلیے
پھولون سے بھر دیا گیا دامان کلکتہ

ہے شور آسمان و زمین پر سٹو بچو
ہین عازمانِ خلد شہیدان کلکتہ

اب تک ٹونین تازہ ہے قالوابلیٰ کی یاد
البتہ استوار ہے پیمان کلکتہ

ہو زور پر کفر و شرک سے مرعوب کس لیے
اللہ خود ہے جب کہ نگہبان کلکتہ

پہلے سے بڑھکے آج ہے یہ پائے تخت ہند
کل ملک کی سر آنکھون پہ فرمان کلکتہ

ہے امتحان منافق و مومن کا دوستو
میزان حشر بن گئی میزان کلکتہ

سب جلد تر شریک صلوٰۃ و فلاح ہون
سُن لی ہے اب ہر ایک نے آذان کلکتہ

احسان کی جزا نہین احسان کے سوا
اُترے گا سر کے ساتھ ہی احسان کلکتہ

ہم سنت خلیل کے پابند ہون تو کیون
پھولے نہ آگ ہی مین گلستان کلکتہ

تقلید اہلبیت کرین ہم تو کیا عجب
میدان کربلا نبے میدان کلکتہ

مسرور خلد مین ہین شہیدان کا نپور
ہونگے شریک بزم شہیدان کلکتہ

شبلی سا شخص نوحہ گر سانپور تھا
لاریب آج تھا وہی شایان کلکتہ

دنیا سے اُٹھ گیا مگر اب امتیاز شعر
جوہر سا شخص اور ہو نا خوان کلکتہ

لیکن ہے اک ضعیف سی نسبت سے کچھ امید
مین بھی کبھی تھا ایک مسلمان کلکتہ

آغاز کلکتہ تو میسر ہوا ضرور
یارب نصیب ہو کہین پایان کلکتہ

(دہلی، ۲۰ مارچ ۱۹۱۹ء)

استعانت بالصبر

کلمۂ حق ہے اگر وردِ زبانِ دہلی
مٹ سکے گا نہ کبھی نام و نشانِ دہلی

لب پہ آسکے نہ کبھی شکوۂ جورِ اغیار
ہو زمانے سے الگ طرزِ فغانِ دہلی

لہٰذا الحمد کہتا وہ ہے یہ صبر و صلوٰۃ
ہو گئے بےخوف پڑھیں آہ روانِ دہلی

سرفروشی کے لیے پیر و جوان ہیں تیار
آج رونق پہ ہے کس درجہ دکانِ دہلی

سنگریزوں سے زیادہ نہیں گولی چھرے
یوں رکے گا نہ کبھی سیلِ روانِ دہلی

حق کے آتے ہی ہوا کعبۂ باطل رخصت
چند دن اور ہیں دہلی میں بتانِ دہلی

ہائے غلام حسینؒ

ابھی مرنا نہ تھا غلام حسین
کوئی دن اور بھی جیے ہوتے

کچھ تو انعام حق پرستی کے
ہم غریبوں سے بھی لیے ہوتے

لے گئے زندہ بادۂ حق کے
ابھی دو چار خم پیے ہوتے

تم تو دل بھی فگار کر کے چلے
زخم ہائے جگر سیے ہوتے

یوں نہ دامن چھڑا کے چل دیتے
تم اگر اس بزم کے لیے ہوتے

تم کو ایسا ہی تھا اگر جانا
چند نعم البدل دیے ہوتے

تھی شہادت کی کس قدر جلدی
کام کچھ اور بھی کیے ہوتے

خوب کٹتا بہشت کا رستہ
ساتھ ہم کو بھی کر لیے ہوتے

تم ہی زندہ ہو لغو ہے یہ خیال
چند دن اور بھی جیے ہوتے

آج جو شعر ہیں وہ لکھے قاش فروش
کاش کچھ اور قافیے ہوتے

متفرقات

مستحق دار کو حکم نظر بندی ملا ۔۔۔ کیا کہوں کیسی رہائی ہوتے ہوتے رہ گئی
تم تو کعبے کے خدا تھے پھر نکالے کیوں گئے ۔۔۔ اے بتو کیسی خدائی ہوتے ہوتے رہ گئی

ایک ہی در کا بھکاری ہوں مجھے ۔۔۔ اک فقط تیرا سہارا چاہیے
دشمنوں سے گر تلطف ہے تو کچھ ۔۔۔ دوستوں سے بھی مدارا چاہیے
ہے تقاضائے جنونِ پردہ در ۔۔۔ خاک اُڑانا آشکارا چاہیے
ہے وہی فرمودۂ غالب کا پاس ۔۔۔ ضبط کا کچھ اور یارا چاہیے

چاک مت کر جیب بے ایامِ گل
کچھ اُدھر کا بھی اشارا چاہیے

کلام جدید

الٰہی شکر ترا، پھر مہِ صیام آیا ۔۔۔ مہِ صیام نہیں عید کا پیام آیا
ہزار ماہ سے بہتر ہے ایک رات اس کی ۔۔۔ اسی مہینے میں اللہ کا کلام آیا
گھڑی وہ کیسی مبارک تھی کل جہان کیلیے ۔۔۔ حرا میں عرش سے اقراء کا جب پیام آیا
جب اپنی پوری جوانی پہ آگئی دنیا ۔۔۔ تو زندگی کے لیے آخری نظام آیا
میں اس پہ بھیجوں درود و سلام کس منہ سے ۔۔۔ کہ جس کے نام خود اللہ کا سلام آیا
ہے زندگی تو اسی کی جو مر مٹا دین پر ۔۔۔ وہی ہے کام کا اسلام کے جو کام آیا
ہو نفخِ صور تھا لے کے لیے صدائے رحیل ۔۔۔ ہو جان لب پہ بھی تو کہہ دو ابھی غلام آیا

نبی سے ملتے ہی اسلام کے سپر تھا وہی
جو بن کے کفر کی شمشیر بے نیام آیا

لاکھ ہر بے سہی ہر فن کے شیطان کے پاس
ڈھال ایمان کی موجود ہو انسان کے پاس

ملک سمجھو اسے پامال، بجا ہے اک دین
اب تو بس اک یہی دولت ہے مسلمان کے پاس

لگتے ہی تیر تمھارا گئی یوں جان نکل
بیٹھکر جا نی گھڑی دو گھڑی مہمان کے پاس

آدمیت ہے تو بنیاد ہے ہر خوبی کی
ہوش یہ بھی دھرا کیا ہے پھر انسان کے پاس

صحبت یار ہے اے دل تجھے گھر بیٹھے نصیب
پھر ترا کام ہے کیا حاجب و دربان کے پاس

خواہشیں نفس کی کرتے تو ہو پوری لیکن
اس سے بہتر نہیں آلہ کوئی شیطان کے پاس

ہم نے دل بھر کے کچھ اس طرح نکالے ارمان
کر چکتا نہیں دل جا کے اب ارمان کے پاس

مت سمجھنا انھیں کم مایہ غنی ہیں یہ لوگ
کنز مخفی ہے ہر اک صاحب ایمان کے پاس

بچہ سائی کی بھی کچھ ہوگی تمھیں کو امید
گالیاں کھاتے ہو جا جا کے جو دربان کے پاس

کیا ڈھونڈھتے ہو فصل خزاں میں بہار کو
اب وہ چمن کہاں ہے وہ رنگ چمن کہاں

کشتوں کو تیرے کس لیے کیا ہے سپردِ خاک — ان ہستیوں کے واسطے گور و کفن کہاں
سنتے ہیں یہ بھی ایک بزرگوں کی رسم تھی — اس دورِ اعتدال میں دار و رسن کہاں
سن لیجیے غلو تو نہیں انا الحق کا ادعا — سولی پہ چڑھ کے سنائے وہ نعرہ زن کہاں
فرصت کسے خوشامدِ شمر و یزید سے — اب ادعائے پیرویِ پنجتن کہاں

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں — اب ہونے لگیں اُن سے خلوت کی ملاقاتیں
ہر آن تسلّی ہے ہر لحظہ تشفی ہے — ہر وقت ہے دلجوئی ہر دم ہیں مداراتیں
کوثر کے تقاضے ہیں تسنیم کے وعدے ہیں — ہر روز یہی چرچے ہر رات یہی باتیں
معراج کی سی حاصل سجدوں میں ہے کیفیت — اک فاسق و فاجر میں اور ایسی کراماتیں
بے مایہ سہی لیکن شاید وہ بلا بھیجیں — بھیجی ہیں درودوں کی کچھ میں نے بھی سوغاتیں
شیطان کی چالوں سے اب بچ گئے سب واقف — اب ہوگئیں ناکام تشویشِ ملعون کی سب گھاتیں

بیٹھا ہوا توبہ کی تو خیر منایا کر
تھمتیں نہیں یوں جو ہیں ابلیس کی برساتیں

ساز بھی چاہیے کچھ اسے آثارِ دمِ ذبح — رقصِ بسمل ہے تو زنجیر کی جھنکار بھی ہو
ہم سمجھتے ہیں غلامی کو جو یہ سمجھے ہیں — بت پرستی کا نشان دوش پہ زنار بھی ہو
بت پرستی کا نشان طوقِ غلامی کم ہے — کیا ضروری ہے کہ قشقہ بھی ہو زنار بھی ہو

رہیے آزاد جو رہتا ہو تمھیں کیا سمجھ
تم تو زندانیِ الفت ہو گرفتار بھی ہو

تمھارے فضل کے سجدے کے یقین رکھتے ہیں — کہ عید آئے گی بیشک مہِ صیام کے بعد
ستم سے کچھ نہ ہوا اب کھلا ستمگر پہ — ابھی کچھ اور بھی باقی ہے قتلِ عام کے بعد

زمین سے چھٹ گئے جبریل بھی قیامت تک ۔ کہ وحی بند ہوئی سید الانام کے بعد

تمھیں کرو سر تسلیم پہلے خم بے قتل
کہ سر جھکاتے ہین سب مقتدی امام کے بعد

سوزِ درون سے جل بجھو لیکن دھوان نہو ۔ ہے دردِ دل کی شرط کہ لب پر فغان نہو

پھر ہو رہا ہے شورِ صلائے نبردِ عشق ۔ ہان اے دہانِ زخم جوابِ الامان نہو

بازارِ جان فروش مین سودا نہو یہ کیا ۔ گاہک ملے تو جنس تو یہ بھی گران نہو

اس دردِ لا علاج کی کیونکر دوا کرون ۔ وہ حالِ دلنشین بھی تو مجھ سے بیان نہو

کیا فائدہ گر اُس نے چھپایا بھی زخمِ دل ۔ یہ کام جب بنے کہ مژہ خون چکان نہو

کیا کیجے جین کے مائدۂ دل کو لخت لخت ۔ تیرا ہی تیر سینے مین جب میہمان نہو

خوفِ رقیب کا تو یہ عالم اور اُس پہ عشق ۔ سب چاہتے ہین چاہ کا اُن پر گمان نہو

ہے وصلِ یار کی بھی تمنا کا حوصلہ ۔ ڈر یہ بھی ہے کہ طبعِ عدو پر گران نہو

پہلوئے دل کو لیکے وہ کہتے ہین ناز سے ۔ کیا آئین گھر مین آپ ہی جب میزبان نہو

سنتے ہی جس کو خلق مین کہرام مچ گیا
جو قصہ وہ تیرا ہی تو کہین داستان نہو

بے خوفِ غیر دل کی اگر ترجمان نہو ۔ بہتر یہ اس سے یہ کہ کہے سے زبان نہو

ہون بے ہراس یہ مجھے رکھین کسی جگہ ۔ ڈھونڈو وہان کہ تیری حکومت جہان نہ ہو

اک تو جو مہربان ہو تو ہر اک ہو مہربان ۔ اور یون نہو بلا سے کوئی مہربان نہو

ہمکو تو ایک تجھ سے دو عالم مین ہے غرض ۔ سب بدگمان ہوا کرین تو بدگمان نہو

وہ حرم مین ڈھونڈ ھتے سب تھک گئے اُسے ۔ اب کون کہہ سکے کہ کہان ہو کہان نہو

کرنا ہی تھا حرام تو پھر وعدہ کس لیے
یہ کیا کہ مے حلال وہان ہو یہان نہو

ہمت نہ ہار دے کوئی منزل کے سامنے
پروردگار یون بھی کوئی ناتوان نہو

ملنے تو پھر چلے ہو مشیخت پناہ سے
قشقہ کا دیکھو آج جبین پر نشان نہو

جو ہر اس ایک دل کے لیے اتنے مشغلے
کی ہے خدا کی چاہ تو عشق بتان نہو

اُس کو کیا خوفِ رہِ ظلمات ہے
جس کی رہبر خود خدا کی ذات ہے

نذر جان مین چل کے طیبہ اپنے پاس
اُن کے لائق اک یہی سوغات ہے

قیدِ تنہائی کا لذت آشنا
کیسے کہدون تارکِ لذات ہے

دل سے ہوتی رہتی ہین سرگوشیان
اب یہی اک مشغلہ دن رات ہے

کیا نہو گی میری ہی حاجت روا
جس کا مولیٰ قاضی الحاجات ہے

تیرے بندے اُن پہ بھاری ہون تو پھر
تیرا کیا کہنا تری کیا بات ہے

تیری رحمت پر ہو جس کا آسرا
اُن کو کیا حزن و غمِ مافات ہے

قید تنہائی مین بھی چھوڑا نہ ساتھ
نفس موذی بھی بڑا بدذات ہے

ق
پرورش زینہ پرستش کا بنے
پھر تو خود غرضی ہی خود لات ہے

مکرِ خیر الماکرین سے ہے عبث
اپنی چال اور آپ ہی کی مات ہے

بجھ تو جائے تو یہ گرمی مین مگر
سوچتا ہون سامنے برسات ہے

اب خدا جانے ہوئی جاتی ہے خیر
ایسی بھی کیا صورتِ حالات ہے

لیچلے ہین اُس کی رحمت کا یقین
اپنی تو صاحب یہی اوقات ہے

شمعِ ایمان کو خدا روشن رکھے
قبر مین جو حشر کی پہلی رات ہے

دل کا جینا ہے اگر موت سے ڈرنا ہے یہی
ہوس زیست ہو اس درجہ تو مرنا ہے یہی

قلزم عشق میں ہیں نفع و سلامت دونوں
اس میں ڈوبے بھی تو کیا پار اترنا ہے یہی

قید گیسو سے بھلا کون رہے گا آزاد
تیری زلفوں کا جو شانوں پہ بکھرنا ہے یہی

اے اجل تجھ سے بھی کیا خاک رہے گی امید
وعدہ کر کے جو ترا روز مکرنا ہے یہی

اک گل شمع کہ ہنستے ہیں عروسان بہشت
ہیں کفن سرخ شہیدوں کا سنورنا ہے یہی

حد ہے پستی کی کہ پستی کو بلندی جانا
اب بھی احساس ہو اسکا تو ابھرنا ہے یہی

تجھ سے کیا صبح تلک ساتھ نبھے گا اے عمر
شب فرقت کی جو گھڑیوں کا گذرنا ہے یہی

ہو نہ مایوس کہ ہے فتح کی تقریب شکست
قلب مومن کا مری جان نکھرنا ہے یہی

نقد جاں نذر کرو سوچتے کیا ہو جوہر
کام کرنے کا یہی ہے تمہیں کرنا ہے یہی

کیوں شہر چھوڑ جائیں بیابانیوں میں ہم
مجنوں کے ساتھ ہونگے بیابانیوں میں ہم

آزاد بھی ہیں سے ہیں ہم ہوشیار بھی
جب سے ہیں اے جنوں ترے زندانیوں میں ہم

نادانیاں ہزار سہی دوستو مگر
دانا بھی ہو گئے انھیں نادانیوں میں ہم

کب شوق جامہ دری سے ہے یوسف یہاں مفر
دامانیوں میں تم ہو گریبانیوں میں ہم

محروم گو حرم سے رہے پر ہے یہ نصیب
داخل تو آج ہو گئے قربانیوں میں ہم

ہنگامے روز روز کے خوگر بنا گئے
اب خوش ہیں آ گئے دن کی پریشانیوں میں ہم

واقف ہیں تجھ سے کشش سے زلیخا کے عشق کی
یوسف کو ڈھونڈتے رہے کنعانیوں میں ہم

نار جحیم سے نہیں کچھ کم نہیں جسے
محسوس کر رہے ہیں پشیمانیوں میں ہم

گر ہے تجھے متاع نفس اس قدر عزیز
صیاد خوش ہیں تیری نگہبانیوں میں ہم

بیچا جوہر اللہ کو اک اس نفس سے تو پھر
فارغ ہوں کیسے بے سروسامانیوں میں ہم

ہیں کے روز وصل کے نقشے بگڑ گئے | آباد پھر بھی ہیں انھیں ویرانیوں میں ہم
ہم زندہ دل ہیں زندۂ جاوید یا کہ خضر | بچوں سے اب بھی کم نہیں شیطانیوں میں ہم

جو ٹھہرا نہ کیوں یہ رسم کہن زندہ کر چلیں
دار و رسن کے گرچہ نہوں بانیوں میں ہم

ہیں یہ انداز آزمانے کے | اور ہی ڈھنگ ہیں ستانے کے
کربلا ہے سہا نہ کوثر | جائیے صدقے اس بہانے کے
گھر چھٹا یوں کہ چھوڑنے والے | تھے نہ ہم اس کے آستانے کے
ایک اک کرکے سب کے سب تنکے | کیے برباد آشیانے کے
کچھ دنوں گھومنا مقدر تھا | ساتھ ساتھ اپنے آب و دانے کے
دیکھیے اب یہ گردش تقدیر | کہیں آنے کے ہیں نہ جانے کے
پوچھتے کیا ہو بود و باش کا حال؟ | ہم ہیں باشندے جیلخانے کے
قید میں اور اتنی بے باکی؟ | سب یہ پھل ہیں مار کھانے کے
سن بھی لیتا ہے حال دل و شوخ | آتے ہوں ڈھب اگر سنانے کے
جان کر قصہ کچھ سنے اوراق | جستہ جستہ مرے فسانے کے
دے کسی اور کو یہ دم قاصد | میرے گھر وہ کبھی نہ آنے کے
تیری گردش کہاں گئی اے چرخ | ہم ہیں محروم اک زمانے کے
خون عاشق سے سخت ہیں بیزار | ملک الموت اس زمانے کے
زنگ آلود ہو گئے سارے | تھے جو آلات خون بہانے کے
کھلتے جاتے ہیں راستے لیکن | روز دو چار جان جانے کے
تجھ سے سیکھے کوئی ستم ایجاد | طرز عشاق کے ستانے کے

پھر گا نا ہے سب سارت ہما … منتظر ہیں فقط سنانے کے

چلے جو عمر کو چھوڑ کے آج
سنو لگے آپ کس دوانے کے

عالم میں آج دھوم ہے فتح مبین کی … سُن لی خدا نے قیدی گوشہ نشین کی
شیطان جلد باز کا جادو نہ چل سکا … تفسیر آج ہو گئی کیسے ہی سنین کی
ایمان کامل ہو جو اگر غیب پر تو پھر … ہو آئے ہر امید سے حق الیقین کی
تیرے کرم نے اور بھی گستاخ کر دیا … اک عرض اور ہے ابھی اس کمترین کی
اک گھر ترا ایمان بھی تو ہے اسکے بابین … کب لا مکان سے ہو گی مشیت مکین کی
ہمکو بھلا عزیز نہ ہو کیوں وہاں کی خاک … ہمسر بلی ہو عرش سے جس سرزمین کی
اس آستان پاک پہ گھسنا ہے جل کے سر … سجدوں آور بڑھتی ہے رفعت جبین کی
بیشوں حرم میں ہے دعا کیا لا تشرک لہ … ترکیب ہے درست یہی ایک تین کی
پھر خدا یہود و نصاریٰ کو دو نکال … یہ ہے وصیت اسکے رسول امین کی
وہ انبیا کا مولد و مدفن سپرد ہے … ختم رسل اور اسکے ہر اک جانشین کی

چودہ برس رسول کا قبلہ رہا تھا جو
قیمت ہے اپنا خون اسی کی زمین کی

پیام محبس اور دعا اسیران آشنہ سلیا

میں ہوں مجبور پر اللہ تو مجبور نہیں … تجھ سے ہر چند وہ ہی وہ تو مگر دور نہیں
اسکی رحمت سے جو مایوس ہو وہ کافر ہے … ہم تو کل سے کسی وقت بھی معذور نہیں
امتحان محبت ہی پر دل موجب ہے وہ کیا … جو ہر اک حال میں امید سے معمور نہیں

---

۱ یہ مدح آن سے جس کے معنی ہیں کہ میرا ذکر زبردست ہے ۱۲

...بھی شیوۂ مسلم ہے مگر شکرِ خدا
نورِ اسلام سے دل آج بھی بے نور نہیں

...دوا اور دُعا فرض ولے حکمِ خدا
ٹل سکے یہ کسی بندہ کا بھی مقدور نہیں

... تقدیرِ الٰہی سے نہ شکوہ نہ گلا
اہلِ تسلیم و رضا کا تو یہ دستور نہیں

...صحت ہمیں مطلوب ہے، لیکن اُس کو
نہیں منظور تو پھر ہمکو بھی منظور نہیں

...و غالب پہ بھی جاری ہوا اگرچہ اُس سے
یوں بھی حالِ دلِ مضطر کبھی مستور نہیں

...مُردوں میں جِلا سکتا ہے قرآن میں کیا
یخرج الحی من المیت مذکور نہیں

...قدرت سے خدایا تری رحمت نہیں کم
اشد بھی جو شفا پائے تو کچھ دور نہیں

...دیکھو تو یوسف کی طرح ہے وہ عزیز
جیسی عشق میں گر خلق میں مشہور نہیں

...یوسف و یعقوب میں زندان حائل
میں ہوں مصور اگر آپ محصور نہیں

...میں ڈھونڈھے کہ اُس نورِ نظر کو آنکھیں
گرچہ مایوس ابھی تک دلِ رنجور نہیں

...زخمِ جگر آج بھی ہے صبرِ جمیل
حزنِ فرقت سے مگر آنکھوں میں اب نور نہیں

...اولاد کو بھی مجھ سے ملادے یارب!
تو ہی کہدے تری رحمت کا یہ دستور نہیں

شانِ رحمت مجھے دکھلا کہ ہو تسکین کا محل
دل جو ٹوٹا ہے یہ یارب! جبلِ طور نہیں

دیوان جان صاحب قیمت



تذکرہ

خواتین انگورہ

جناب والا!

ترکان احرار نے، ان غیور و خوددار انسانون نے، ذلت کی زندگی سے عزت کی موت کو ترجیح دینے والون نے، اپنی ہستی و زندگی کا جو ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ اس سے دنیا دنگ اور مغرور یورپ غرق حیرت ہے۔ وہ اپنی قوت و مادیت کے نشہ مین سرشار تھا، معاہدہ سیورے کو نوشتہ تقدیر گردانے ہوئے تھا، ظلم کو قانون بنائے ہوئے تھا۔ اسے اپنی مکاریون پر ناز تھا۔ اپنی کیادیون پر گھمنڈ تھا مگر حقانیت و صداقت کی صدائے خاموشی تھی۔ ان کیدی کید می شین۔ (میرا کید متین ہے) آخر کار باطل کے منصوبے دھرے رہ گئے اور حق باشوکت و شان جلوہ گستر ہو گیا۔ مضطرب دلون کو سکون، پرنم آنکھون کو نور حاصل ہوا، شپرہ چشمی کی چکا چوند تماشا بن گئی۔

خدا کا فضل و انعام ترکون کو جس فدائیت و حسن خدمت پر ملا ہے، انکی عورتین بھی اسمین برابر کی شریک ہین بلکہ انکی نسوانی نزاکت کا لحاظ کرتے ہوئے حرب و ضرب کی سختیون اور پنہاں مہلکات کی سرگرمیون مین برابر کی شرکت انھین شریک غالب بناتی ہے۔ مگر انکو فطری نزاکت نے مردون کے کارنامون کے سامنے انکے مردانہ کارنامون کو دنیا کی نظرون سے کچھ پوشیدہ رکھا ہے تاہم جو کچھ روشنائے عام ہوئے ہم ہندوستانی انکی تفصیل سے بھی بہت ... ہے کہ تذکرہ خواتین انگورہ کی اشاعت سے فائدہ اٹھائین۔ ان کے کارنامون کو دیکھین۔ ان سے سبق لین قیمت ایک روپیہ ۱عہ (قسم دوم) بارہ آنہ ۱۲/

ملنے کا پتہ: محمد فہیم خان مالک جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

نواب مرزا شوق مرحوم کی تصانیف

مثنوی زہر عشق قدیم

کہاں ہیں وہ پاکیزہ خیال کے لوگ ادھر آئیں ہم انکو آج ایک ایسے گلشن کی سیر کرائیں جس کا انھوں نے ذکر تو سنا ہوگا لیکن آج تک آنکھوں سے نہ دیکھا ہوگا یعنی یہ وہی پرانی اور اصلی مثنوی زہر عشق ہے جو ایک مدت سے نظر [illegible] سے چھپا رکھا [illegible] مگر نہیں ملتی تھی [illegible] قرار دیا گیا تھا۔ لوگ خفیہ تلاش کرتے تھے لیکن بہ رقم کثیر خریدنے پر بھی میسر نہ آتی تھی۔ وہی مثنوی ہردوئی کے ڈپٹی کمشنر صاحب کے حکم سے طبع ہوئی ہے جو کہ ہاتھوں ہاتھ فروخت ہو رہی ہے اگر آپ کو اس حسن و عشق کے جذبات کی سیر کرنا منظور ہے تو فوراً طلب فرمائیے۔ ورنہ طبع ثانی کا انتظار کرنا ہوگا۔ اصلی قیمت ایک روپیہ عہ، رعایتی قیمت صرف آٹھ آنہ ۔ ۸ر

مثنوی خنجر عشق

اگر آپ نواب مرزا شوق کی آخیر مثنوی دیکھنا ہو تو ملاحظہ فرماویں قیمت ۳ر رعایتی دو آنہ ۲ر

فریب عشق

اگر آپ حسن و عشق کے فریبوں سے بچ کر حسینان عالم کے کوچے کی سیر کرنا چاہتے ہیں تو اس کتاب کا مطالعہ فرمایا کیجئے۔ اس میں وہ وہ حسن فریبیاں دکھلائی گئی ہیں کہ اچھے سے اچھا شاطر بھی فریب کھا جاوے۔ منچلے اور بے عقل نازنینان جہان کی ابلہ فریبیاں، لوگ جو ٹھگ بنا کی حیا کی ایسے ایسے شعبدے دکھلائے ہیں کہ عقل حیران ہو جاتی ہے۔ ایک کتاب ضرور منگوا لیجئے اصلی قیمت بارہ آنے، رعایتی قیمت صرف چھ آنے ۶ر

لذت عشق

اسکی خوبی تو اسکے نام ہی سے ظاہر ہے جو لوگ حسن و عشق کے کوچے کی خاک چھان چکے ہیں وہ اس لذت سے بخوبی واقف ہیں اور انکے لیے یہ کتاب بہت ہی تسکین دہ ہوگی۔ اس میں حسن و عشق کے وہ وہ کرشمے دکھائے ہیں کہ کتاب کو ہاتھ سے چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ ایک جلد ضرور منگوا لیجئے۔ اصلی قیمت بارہ آنے رعایتی قیمت صرف چھ آنے ۶ر

مثنوی سوز عشق ۳ر، مثنوی بیمار عشق ۲ر، مثنوی درس عشق ۲ر، بہار عشق ۲ر

صرف سوا روپیہ میں بیس معشوق

چلبی خورشید	۱ر	ہیرن جان	۱ر	چھوٹی جدن	۱ر	جانکی بائی	۱ر
نواب جان	۱ر	ماہ پیکر	۱ر	چمن قوالی	۱ر	زہرہ بائی	۱ر
مہتاب جان	۱ر	ادھا نگین	۱ر	روشن آرا	۱ر	امراؤ جان	۱ر
عباسی جان	۱ر	اچھن بائی	۱ر	اشرفی جان	۱ر	امین آباد کی گونگی	۱ر
مہر منیر چودھرائن	۱ر	موتی جان	۱ر	زرائے نیر	۱ر	مٹھو جان	۱ر

منتظمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ

پرانا اصلی کوک شاستر

معزز ناظرین! یہ وہی پرانا کوک شاستر ہے جیسا کہ آپ کو تلاش ہے اسمین عورتون اور مردون کے . . . . . نہایت عمدہ طریقے سے صاف بنوائے گئے ہین اور رنگین تصویرین نقل سے پوری دی گئی ہین اسلیئے اسکی تیاری مین بہت [illegible] وہ صرف [illegible] [illegible] [illegible] لذت النسا [illegible] اسکا نام پرانا کوک شاستر ہے [illegible] کے اور [illegible] گئے ہین کوکا پنڈت کی پوری داستان ایک جوگن کا [illegible] دربار [illegible] مین آنا اور کوکا کا اسکی خواہش پوری کرنا بارہ خوبصورت نازنین عورتون کا مرتب ہونا حکایات ایسی ایسی عربی کتابون سے ترجمہ کر کے لکھی گئی ہین کہ انسان کو ایک نئی دنیا معلوم ہوتی ہے ان تمام اوصاف کے علاوہ [illegible] قیمت مع محصول ڈاک صرف عہ رکھی ہے [illegible] ہر صرف عہ [illegible] کو دیکر اس نایاب تحفہ کا پارسل وصول کر لیجیے۔

(نوٹ) مارواڑی عورتون کا طرز معاشرت جوانی کا [illegible] قائم رہنا اور انکا دلفریب لباس ہونے مین سونے کا کام کر گیا

اردو انگلش ٹیچر

انگریزی زبان کا سیکھنا ہر شخص کیلیے ضروری ہے کیونکہ بلا انگریزی زبان کی تعلیم حاصل کیے انسان کو سخت دقت کا سامنا کرنا پڑتا ہے بلا انگریزی تعلیم ذرا سی بات پر لوگون کی بلا وجہ خوشامد کرنا پڑتی ہے بعض اوقات نقصان بھی ہوتا ہے چنانچہ ایک اردو [illegible] نہایت قابل شخص سے تیار کرا کے [illegible] اسکا نام [illegible] کتابین [illegible] ہماری کتاب [illegible] مقبول [illegible] اسکو [illegible] آسان بنایا گیا ہے [illegible] کہ صرف [illegible] ہماری یہی ایک کتاب [illegible] کے کل کاروبار انگریزی [illegible] کر سکتا ہے صرف تین ماہ کی تھوڑی [illegible] کتاب بلا مدد غیرے انگریزی سکھانیوالی ہے [illegible] انگلش ٹیچر ہے اسمین جملہ [illegible] کی بول چال محاورے کے الفاظ تلفظ اور صحیح گرامر کے قاعدے، خط و کتابت کے اصول ہر طرح کے مضامین [illegible] سب ہی ہین لہذا باوجود ان تمام خوبیون کے دیگر کتب سے مقابلہ کرتے ہوئے اگر ہماری کتاب ناپسند ہو تو کتاب واپس کر دیجیے اور اپنے دام [illegible] یہ عام شرط ہے قیمت مع محصول عہ

ملنے کا پتہ:- جنٹلمین بکڈپو امین آباد لکھنؤ